اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًاO(التحریم: 8)

وقالَ اللّٰہ تعالیٰ فی مَقامٍ اٰخر

اِنْ تَجْتَنِبُوْا کَبَآئِرَ مَا تُنْھَوْنَ عَنْہُ نُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَنُدْخِلْکُمْ مُّدْخَلاً کَرِیْمًاO(النسآء: 31)

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

اللہ رب العزت کے حکم کے خلاف کوئی کام کرنا یا نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی مبارک سنت کے خلاف کرنا یا دین میں کسی نئی بات کا پیدا کرنا گناہ کہلاتا ہے۔ہمیں پروردگار عالم نے گناہ سے بچنے کا حکم فرمایا ہے۔

گناہ کی تاثیر:

ہر چیز کے اندر کوئی نہ کوئی تاثیر ہوتی ہے۔گناہ کے اندر یہ تاثیر ہے کہ انسان کو اس سے ندامت ملتی ہے۔ یوں سمجھ لیجئے کہ دو باتیں لوہے پر لکیر کی مانند ہیں۔گناہ سے انسان ندامت پاتا ہے اور نیکی سے انسان سلامت پاتا ہے۔اگر ایک انسان کتنی ہی کامیابی کے ساتھ گناہ کیوں نہ کرے،اسے کوئی سمجھانے والا یا منع کرنے والا نہ ہو،گویا گناہ کے تمام اسباب مہیا ہوں اور وہ من مرضی سے گناہ کرے،پھر بھی گناہ اس شخص کے لئے دنیا و آخرت کی ندامت کا باعث بنتا ہے۔اس لئے ہمارے اکابر نے فرمایا کہ مؤمن گناہ کو ایسے سمجھتا ہے جیسے کوئی بچھو ہوتا ہے۔آپ دیکھتے ہیں کہ بچھو چھوٹا ہو یا بڑا،ہر کوئی اسے دیکھ کر ڈر جاتا ہے۔آپ نے کبھی کسی ایسے آدمی کو نہیں دیکھا ہوگا جو اپنے ہاتھ میں بچھو پکڑنے کی کوشش کر رہا ہو۔ اس لئے کہ بچھو چھوٹا ہو یا بڑا،اس میں زہر ہوتا ہے۔اسی طرح گناہ چھوٹا ہو یا بڑا،بہرحال اس میں

ندامت ہوتی ہے۔ ہمارے مشائخ کے نزدیک گناہ انگارے کی مانند ہے۔ انگارہ چھوٹا ہو یا بڑا، ہاتھ لگانے سے ہاتھ کو جلاتا ہے۔ بلکہ اگر چھوٹے انگارے سے غفلت برتی جائے تو بعض اوقات بھڑک اٹھتا ہے اور آگ لگا دیتا ہے۔ اس لئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔

كُلُّ مَا نُهِيَ عَنْهُ فَهُوَ كَبِيْرَةٌ ہر وہ کام جس سے شریعت نے بچنے کا حکم دیا ہے، وہ کبیرہ گناہ ہے۔

توبۃ نصوح کسے کہتے ہیں؟

مفسّرین نے لکھا ہے:

تَنْزِيْهُ الذَّنْبِ عَنِ الْقَلْبِ دل سے گناہ کو مٹا دینا۔

یعنی دل سے گناہ کی نیت ہی ختم کر دینا۔ اگر آپ غور کریں تو یہ انتہائی مشکل کام ہے کہ انسان دل سے گناہ کا ارادہ بھی چھوڑ دے۔ کتنے ہی لوگ اس لئے گناہ نہیں کرتے کہ ان کو گناہ کا موقع نہیں ملتا۔ اگر موقع مل جائے تو شاید کر ہی گزریں۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ توبۃ نصوح یہ ہے کہ تم گناہ سے توبہ کرنے کے بعد گناہ سے اتنی ہی نفرت کرنے لگو جس قدر تم کو اس سے پہلے اس گناہ کی رغبت تھی اور جب گناہ کا خیال آئے تو اس سے بارگاہِ خداوندی میں استغفار کرو۔

تفسیر مظہری میں ہے کہ توبۃ نصوح چار چیزوں کا مجموعہ ہے۔ زبان سے استغفار، اعضائے بدن کو گناہوں سے روکنا، دوبارہ گناہ نہ کرنے کا دل سے عہد کرنا اور برے دوستوں کو چھوڑ دینا۔ گویا توبہ نصوح ایسی توبہ کو کہتے ہیں جس کے بعد دل میں بھی گناہ کرنے کا ارادہ نہ رہے اور توبہ کرتے وقت دل میں مکمّل ارادہ ہو کہ آج کے بعد میں یہ گناہ نہیں کروں گا۔

گناہوں کو ہلکا اور مزین کر کے پیش کرنا

شیطان انسان کی نگاہوں میں گناہوں کو ہلکا کر کے پیش کرتا ہے۔ یہ اس کا ایک بڑا وار ہے۔ وہ گناہ کے بارے میں دل میں یہ خیال ڈالتا ہے کہ

......یہ گناہ تو اکثر لوگ کرتے ہی رہتے ہیں

......یہ تو ہو ہی جاتا ہے

......اس سے بچنا تو بہت مشکل ہے

......آج کل تو بے پردگی بہت عام ہے، اس لئے نگاہوں کو بچانا تو بہت مشکل ہے۔

شیطان انسان کی نگاہوں میں ان گناہوں کو اس لئے چھوٹا کر کے پیش کرتا ہے تا کہ وہ کرتا ہی رہے۔ اسی لئے فاسق گناہ کو ایسے سمجھتا ہے جیسے کوئی مکھی بیٹھی تھی اور اس کو اڑا دیا۔ جب کہ مومن بندہ گناہ کو ایسے سمجھتا ہے جیسے سر کے اوپر کوئی پہاڑ رکھ دیا گیا ہو۔

بلکہ کئی مرتبہ تو شیطان گناہ کو مزین کر کے پیش کرتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ

(حٰمٓ السجدہ:25)

اور لگا دیئے ہم نے ان کے پیچھے ساتھ رہنے والے، پھر انہوں نے ان کی آنکھوں میں خوبصورت بنا دیا اس کو جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے۔ اور ٹھیک پڑ چکی ان پر عذاب کی بات ان فرقوں کے ساتھ جو گزر چکے ان سے پہلے جنوں کے اور آدمیوں کے، بے شک وہ تھے خسارہ پانے والے

چھوٹے گناہ کو چھوٹا نہ سمجھئے:

یہاں پر آ کر سالک کو احتیاط ضروری ہے کہ وہ حکمِ خدا کو حکمِ خدا سمجھے اور وہ اپنے دل میں عظمتِ الٰہی اتنی بٹھائے کہ حکمِ خدا کے خلاف اس کے ذہن میں خیال ہی پیدا نہ ہو۔اسی لئے کہا گیا ہے کہ

لَاتَحْقِرَنَّ صَغِیْرَۃً اِنَّ الْجِبَالَ مِنَ الْحِصٰی تم چھوٹے گناہ کو ہرگز چھوٹا نہ سمجھو اس لئے کہ بڑے بڑے پہاڑ چھوٹے چھوٹے پتھروں سے مل کر بنتے ہیں۔

اس لئے جب انسان گناہِ صغیرہ پر اصرار کرتا رہتا ہے تو پھر وہ آہستہ آہستہ کبیرہ بن جاتا ہے۔صحابہ کرامؓ کے اندر ایک قول بہت مشہور تھا۔اکثر صحابہ گفتگو کے دوران وہ قول ایک دوسرے کے سامنے پڑھا کرتے تھے۔اس قول کا مفہوم یہ بنتا ہے:

لَا صَغِیْرَۃَ مَعَ الْاِصْرَارِ وَلَا کَبِیْرَۃَ مَعَ الْاِسْتِغْفَارِ ''اصرار سے کوئی گناہ صغیرہ نہیں رہتا اور استغفار سے کوئی گناہ کبیرہ نہیں رہتا''

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَتَحْسَبُوْنَہٗ ھَیِّنًا وَّھُوَ عِنْدَ اللّٰہِ عَظِیْمٌ (النور:15) اور تم اس کو ہلکا سمجھتے ہو حالانکہ اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑی بات ہے۔

مقامِ عبرت:

بنی اسرائیل میں ایک راہب تھے۔ان کا نام داموسؒ تھا۔ان کے علاقے میں خشک پہاڑ تھے۔ان پر سبزے کا نام ونشان بھی نہیں تھا۔ایک مرتبہ وہ اپنے گھر سے باہر نکلے تو ان کی نظر پہاڑ پر پڑی۔دل میں خیال آیا کہ اگر یہاں آبشاریں ہوتیں، مرغزاریں ہوتیں ، درخت ہوتے تو کتنا اچھا منظر دکھائی

دیتا۔اب اگر چہ انہوں نے اپنے دل و دماغ میں یہ بات سوچی تھی ،مگر جوزیادہ مقرب ہوتے ہیں،ان کی چھوٹی باتوں پر بھی پکڑ آجاتی ہے،لہٰذاان پر اللہ رب العزت کی طرف سے عتاب ہوااور دل میں یہ بات القاء ہوئی:

''اب تم نے بندگی چھوڑ دی اور ہمارے مشیر بن گئے،اب تمہیں ہماری تخلیق میں نقص نظر آتا ہے۔''

بس اس بات کے دل میں القاء ہونے پر ان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ یہ تو آدابِ بندگی کے خلاف ہے ۔انہوں نے یہ سوچ کر رونا شروع کر دیا کہ میں نے ایسا کیوں سوچا...... یہ بھی اللہ رب العزت کی طرف سے توفیق ہوتی ہے کہ فوراً اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے......اچھا،غلطی کا احساس ہونے پر انہوں نے یہ نیت کر لی کہ جب تک مجھے واضح طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اشارہ نہیں مل جائے گا کہ میری غلطی کو معاف کر دیا گیا ہے۔میں اس وقت تک نہ کچھ کھاؤں گا نہ ہی پیوں گا اور یوں اپنے نفس کو سزا دوں گا۔

ایک مرتبہ بستی والوں کے ہاں کوئی تقریب تھی ۔حضرت داموسؒ بھی وہاں پہنچ گئے۔کسی نے کہا ، جی کھانے کے لئے تشریف لائیے ۔انہوں نے فرمایا، میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔اس نے کہا، جی رات کے وقت تو روزہ نہیں ہوتا۔انہوں نے فرمایا، روزے کی بات نہیں ہے، میں نے کھانا نہیں ہے۔کچھ لوگ لسوڑھے کی مانند ہوتے ہیں اور وہ چمٹ جاتے ہیں۔وہ اگلے بندے کی مجبوری کو سمجھنے کی بجائے اپنے مقصد کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔لہٰذاان میں سے کچھ بندوں نے کہا نہیں حضرت! آپ ضرور تشریف لائیں۔اب ادھر سے اصرار اور ادھر سے انکار۔بالآخر ان میں سے کسی ایک نے کہا، جی! آپ یہ تو بتائیں کہ آپ نے کھانا پینا بند کیوں کیا ہے؟ اب انہوں نے صاف صاف بات بتا دی اور کہا کہ میں نے اسی وجہ سے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے۔وہ عوام الناس تھے،وہ اس بات کو کیسے سمجھتے۔لہٰذا وہ ہنس کر کہنے لگے، بھلا یہ بھی کوئی بات ہے۔حتیٰ کہ ان سب نے مل کر کہا، جناب! آپ کے اس گناہ پر جو عذاب ہوگا

وہ ہم سب مل کر تقسیم کر لیں گے، آپ کھانا کھائیں۔ جیسے ہی انہوں نے یہ الفاظ کہے تو داموسؒ کے دل میں فوراً الہام ہوا کہ اے میرے پیارے! یہ لوگ عذاب کو اتنا ہلکا سمجھ رہے ہیں لہٰذا آپ اس بستی کو فوراً چھوڑ دیجئے۔ ان سب کو ابھی ہلاک کر دیا جائے گا......اللہ اکبر......یوں بندہ اپنی اوقات بھول جاتا ہے اور نہیں سمجھتا کہ پروردگار کی پکڑ پھر کیسے ہوتی ہے۔

خطرے کی بات:

جب انسان کسی گناہ کو ہلکا سمجھنا شروع کر دے تو یہ بڑی خطرے کی بات ہوتی ہے۔ بلکہ مشائخ نے کہا کہ جس گناہ کو لوگ ہلکا سمجھیں وہ اللہ کے ہاں بڑا ہوتا ہے۔

☆......ابنِ قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اے دوست! یہ نہ دیکھنا کہ گناہ چھوٹا ہے یا بڑا، بلکہ اس ذات کی عظمت کو سامنے رکھنا جس کی تم نافرمانی کر رہے ہو۔

☆......ایک بزرگ فرماتے تھے کہ اللہ رب العزت نے میرے دل میں القاء فرمایا کہ میرے بندوں سے کہہ دو کہ یہ گناہ کرتے وقت باقی مخلوق سے پردہ کر لیتے ہیں اور ان تمام دروازوں کو بند کر دیتے ہیں جن سے مخلوق دیکھتی ہے۔ لیکن اس دروازے کو بند نہیں کرتے جس سے میں پروردگار دیکھتا ہوں، کیا اپنی طرف دیکھنے والوں میں سے یہ سب سے کم درجے کا مجھے سمجھتے ہیں۔

☆......اکمال الشیم میں ایک عجیب بات لکھی ہے کہ اگر اللہ رب العزت کے عدل وانصاف سے مڈبھیڑ ہوئی تو کوئی بھی گناہ صغیرہ نہیں اور اگر اس کے فضل کا سامنا ہوا تو کوئی بھی گناہ کبیرہ نہیں۔ لہٰذا میرے دوستو! اگر اللہ رب العزت فضل فرما دیں تو پھر چاہے جس گناہ کو معاف فرما دے لیکن اگر عدل فرمائیں گے تو پھر معاملہ مشکل بن جائے گا۔

بے وفائی نہ کیا کرو:

ایک بزرگ اپنے سالکین کو بار بار فرمایا کرتے تھے کہ جفا نہ کیا کرو۔ جفا کہتے ہیں بے وفائی کو۔ کسی سالک نے پوچھا، حضرت! بے وفائی سے کیا مراد ہے؟ وہ فرمانے لگے، بے وفائی تین طرح کی ہوتی ہے۔ اللہ رب العزت سے بے وفائی، مخلوق سے بے وفائی اور اپنے آپ سے بے وفائی۔ پھر وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا، اب وہی ہمیں رزق اور باقی نعمتیں دیتا ہے۔ اگر ہم اسی کا دیا ہوا کھا کر کسی اور کو اس کے ساتھ شریک بنائیں گے تو یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بے وفائی ہو گی...... پھر فرمایا کہ لوگوں کو ایذا پہنچانا مخلوق کے ساتھ بے وفائی ہے، اس لئے مخلوق کا دل نہیں دکھانا چاہیے...... پھر فرمایا کہ اللہ رب العزت کے حکم کو توڑنا اور گناہ کرنا، یہ اپنے آپ کے ساتھ بے وفائی ہے اس لئے کہ اس طرح انسان اپنے آپ کو جہنّم میں جانے کے قابل بنا لیتا ہے۔

عالمِ مثال میں انسانوں کی شکلیں:

سچی بات تو یہ ہے کہ اگر گناہوں کے اندر بدبو ہوتی تو ہم کسی محفل میں بیٹھنے کے قابل نہ ہوتے۔ یہ اللہ رب العزت کی ستاری ہے کہ اس کے صدقے ہم آج عزتوں کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اسی لئے ایک بزرگ فرماتے تھے، اے دوست! جس نے تیری تعریف کی اس نے درحقیقت تیرے پروردگار کی ستاری کی تعریف کی جس نے تجھے چھپایا ہوا ہے...... یقیناً اگر وہ حقیقت کھول دیتا ہے تو ہم چہرہ دکھانے کے قابل بھی نہ ہوتے۔ انسان کی ایک تو ظاہری شکل ہوتی ہے اور ایک شکل عالمِ مثال میں ہوتی ہے۔ بندہ جس طرح کے اعمال کرتا ہے ویسی ہی اس کی شکل ہوتی ہے۔ اگر جانوروں والے اعمال کرتا ہے تو اس کی شکل جانوروں جیسی ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر:

......جس میں حرص زیادہ ہوتی ہے اس کی شکل عالمِ مثال میں کتے کی مانند ہوتی ہے اس لئے کہ کتا

حریص ہوتا ہے۔

......جس میں بے حیائی زیادہ ہوتی ہے اس کی شکل خنزیر کی مانند ہوتی ہے کیونکہ خنزیر میں بے شرمی اور بے حیائی بہت زیادہ ہوتی ہے۔

......جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کو ایذاء پہنچاتا ہو اور دل دکھاتا ہو، اس کی مثال بچھو کی مانند ہوتی ہے۔

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے اور ان کے جانشین تھے۔ وہ خود بھی بڑے محدث تھے اور ان کے شاگرد بھی وقت کے اکابرین میں سے بنے۔ اللہ رب العزت نے ان سے دین کا بہت زیادہ کام لیا۔ ایک وقت تھا جب پاک و ہند میں ان کا فتویٰ چلا کرتا تھا۔ دہلی کی جامع مسجد سے چند ہی کلومیٹر کے فاصلے پر ان کا مدرسہ اور گھر تھا۔ انہوں نے اپنے گھر میں ایک مسجد بنائی ہوئی تھی جسے ''مسجدِ بیت'' کہتے ہیں۔ تعلیم و تعلّم کی مصروفیت کی وجہ سے وہ اکثر نمازیں وہیں پڑھا کرتے تھے البتہ جمعۃ المبارک کی نماز جامع مسجد میں جا کر پڑھا کرتے تھے۔ ان کے مریدین ان کی زیارت کے لئے تڑپتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت زیادہ حسن و جمال عطا فرمایا تھا۔ ان کا چہرہ ایسا منور تھا کہ لوگ دیکھنے کو ترسا کرتے تھے۔ عام دنوں میں ان کی تعلیمی مصروفیت کی وجہ سے ان سے ملاقات نہ ہو سکتی تھی۔ البتہ جب وہ جمعہ کی نماز کے لئے جاتے تو اس وقت لوگ راستوں میں کھڑے ہو کر ان کا دیدار کیا کرتے تھے۔ ان کے خادم کا نام فصیح الدین تھا۔ وہ حضرت کو جمعہ پڑھانے کے لئے لے جایا کرتا تھا۔

پھر ایک وقت ایسا آیا کہ جب حضرت شاہ صاحبؒ جمعہ پڑھنے بازار جاتے تو بازار سے گزرتے ہوئے اپنے چہرے کے اوپر گھونگھٹ کی طرح رومال ڈال لیتے۔ اب دیکھنے والوں کو چہرہ بھی نظر نہیں آتا تھا۔ اب لوگ ان کے خادم سے کہتے کہ جی ہم تو دیدار سے بھی محروم ہو جاتے ہیں ......خادم اگر پرانے

ہوں تو پھر بعض اوقات بے تکلّفی بھی ہو جاتی ہے...... چنانچہ ایک دن فصیح الدین نے موقع پا کر عرض کیا، حضرت! سارا ہفتہ تو لوگ ویسے ہی انتظار میں رہتے ہیں اور جب آپ جمعہ کے لئے جاتے ہیں تو چہرے پر رومال ڈال کر ان کو دیدار سے محروم کر دیتے ہیں۔ حضرت بھی چل رہے تھے اور وہ بھی ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ جب اس نے بات کی تو شاہ عبدالعزیزؒ نے اپنا رومال اتار کر فصیح الدین کے سر پر رکھ دیا۔ تھوڑی سی دیر کے بعد وہ غش کھا کر گر پڑا۔ لوگوں نے اس کو زمین سے اٹھایا اور جب ہوش آیا تو پوچھنے والے نے پوچھا کہ جی آپ کے ساتھ کیا بنا؟ وہ کہنے لگا کہ جیسے ہی شاہ صاحب نے اپنا رومال میرے سر پر ڈالا تو مجھے بھرے بازار کے اندر انسان تو تھوڑے نظر آئے لیکن کتے، بلے اور خنزیر زیادہ چلتے نظر آئے۔ ان کی اندر کی شکلیں اس کو کشف کی صورت میں نظر آ گئیں۔ یہ تو اللہ رب العزت کا احسان اور کرم ہے کہ اس پروردگار نے گناہوں میں بدبو نہیں بنائی جس کی وجہ سے ہم آج آرام سے محفلوں میں بیٹھ کر زندگی گزارتے ہیں۔

جاہل اور اجہل میں فرق:

دنیا کی معمولی سی لذتوں یا چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کی خاطر گناہوں کا مرتکب ہو جانا بہت نقصان کی بات ہے۔ عام طور پر بندہ یا تو لذت کی خاطر گناہ کرتا ہے یا ضرورت کی خاطر گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔ احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ تابعین میں سے ہیں۔ ایک دفعہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی محفل میں بیٹھے تھے۔ حضرت رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا، بتاؤ، جاہل کسے کہتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا، حضرت! جو بندہ اپنی دنیا کی خاطر اپنی آخرت کو تباہ کر بیٹھے، اسے جاہل کہتے ہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا میں آپ کو بتاؤں کہ اجہل (اس سے بھی بڑا جاہل) کون ہے؟ انہوں نے کہا، جی حضرت، ضرور بتائیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، جو انسان دوسروں کی دنیا کی خاطر اپنی آخرت تباہ کر بیٹھے اسے اجہل کہتے ہیں۔

فرمانِ نبوی ﷺ کی فصاحت و بلاغت:

حجۃ الوداع کے موقع پر نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَ یَدِہٖ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان سلامتی میں ہوں۔

یعنی وہ نہ تو کسی کو زبان سے تکلیف پہنچائے اور نہ ہی ہاتھ سے۔ عام طور پر تکلیف تو ہاتھ سے پہنچائی جاتی ہے لیکن یہاں یَدْ کے ساتھ لِسَانْ کا بھی تذکرہ ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ لِسَانْ کو یَدْ پر مقدم کیا گیا ہے۔ شارحینِ حدیث نے یہاں عجیب نکات لکھے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے اس فرمان میں بڑی فصاحت و بلاغت ہے۔ لِسَانْ کو یَدْ پر مقدم کرنے میں بڑی گہرائی اور عمق موجود ہے۔ اس لئے کہ

☆...... اگر انسان کسی کو تلوار سے زخم لگائے تو وہ زخم مندمل ہو جاتا ہے لیکن جو زخم زبان سے دل پر لگایا جاتا ہے وہ کبھی مندمل نہیں ہوا کرتا۔

☆...... ہاتھ سے تکلیف پہنچانی مشکل ہے اور زبان سے پہنچانی آسان ہے۔

☆...... ہاتھ سے انسان فقط حاضرین کو تکلیف پہنچا سکتا ہے، نہ گزرے ہوؤں کو اور نہ ہی آنے والوں کو، مگر زبان ایسی شے ہے کہ اگر انسان اس سے حملہ کرے تو گزرے ہوؤں اور آنے والوں سب کو تکلیف پہنچا سکتا ہے۔ آج بہت سے لوگ ایسے ہیں جو گزرے ہوؤں پر طعن کرتے ہیں اور انہیں تکلیف پہنچاتے ہیں۔

گناہوں سے بچنے کا مقام:

ہمارے اس سلوک میں لمبی چوڑی نیکیوں اور نفلی عبادتوں کا اتنا مقام نہیں جتنا مقام گناہوں سے بچنے کا ہے۔اس کو ایک مثال سے یوں سمجھئے کہ دو بندے ہیں۔ان میں سے ایک آدمی تو دن رات تسبیح کا کسبی بنا ہوا ہے، لمبی نفلیں، لمبی عبادتیں اور ذکر اذکار اور پتہ نہیں کیا کچھ نیکیاں کر رہا ہے، مگر ساتھ ہی گناہوں کا ارتکاب بھی کر لیتا ہے۔نہ آنکھ قابو میں آتی ہے اور نہ زبان قابو میں۔گویا اگر نیکیاں زیادہ کر رہا ہے تو گناہ بھی زیادہ کر رہا ہے۔اور اس کے بالمقابل ایک دوسرا سالک ہے جو لمبے چوڑے ورد وظیفے تو نہیں کرتا مگر کم از کم گناہوں سے بچتا ہے۔وہ اس کوشش میں لگا رہتا ہے کہ میرے ہاتھ پاؤں، دل و دماغ اور میرے جسم کے کسی بھی عضو سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو۔ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ گناہوں سے بچنے کی کوشش کرنے والا اس لمبے چوڑے وظیفے کرنے والے سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔کیونکہ لمبے چوڑے ورد وظیفے کرنے والا ''اوپر سے لا الٰہ، اندر سے کالی بلا'' کا مصداق بن چکا ہوتا ہے۔

علم اور ارادے سے گناہ چھوڑنے کا انعام:

گناہوں کے ترک کرنے سے اللہ رب العزت کا قرب زیادہ جلدی نصیب ہوتا ہے۔ایک بات یاد رکھئے کہ جو شخص اپنے علم اور ارادے سے گناہ کرنا چھوڑ دیتا ہے، اللہ رب العزت اس بندے کی دعاؤں کو رد کرنا چھوڑ دیتے ہیں اور اسے صدیقین میں شامل فرما دیتے ہیں۔ایسے گناہ جو بے علمی میں ہو جائیں یا بلا ارادہ کے ہو جائیں، وہ بہت جلدی معاف ہو جاتے ہیں۔البتہ نقصان دہ گناہ وہ ہوتا ہے جو سوچ سمجھ کر کیا جائے۔تاہم جیسے ہی گناہ سرزد ہو توبہ میں دیر نہ کی جائے۔اس لئے جب کوئی مؤمن گناہ کرتا ہے تو وہ غفلت کی وجہ سے کرتا ہے اور اس وقت اس کی عقل پر پردہ پڑ چکا ہوتا ہے۔

گناہ سے نفرت ایمان کا اثر:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ كَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَ الْفُسُوْقَ وَ الْعِصْيَانَ (الحجرت:7) اور نفرت ڈال دی تمہارے دل میں کفر، گناہ اور نافرمانی کی۔

تو جتنا زیادہ ایمان بڑھتا جائے گا اتنی ہی فسق و فجور سے کراہت بڑھتی جائے گی۔ اگر گناہ کر بیٹھے گا تو اس لئے کہ اس وقت اس کے اوپر غفلت کا پردہ پڑ گیا ہوگا۔ اس لئے مؤمن جب غلبۂ حال کی وجہ سے گناہ کر بیٹھتا ہے تو کرنے کے بعد اس کے دل کو بڑا دکھ اور ندامت ہوتی ہے، پھر وہ ہمیشہ اپنے آپ کو کوستا رہتا ہے کہ اوہو! میں کیا کر بیٹھا۔ گناہ کرنے سے پہلے غفلت کا پردہ تھا اور کرتے ہی اپنی اصلیت سامنے آجاتی ہے اور وہ افسوس کرتا ہے کہ مجھے تو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اور یاد رکھیں کہ گناہ کے بعد ندامت محسوس کرنا اور دل کے اندر بوجھ اور بے قراری محسوس کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس بندے کے اندر ایمان سلامت ہے۔ ایک دانا کا قول ہے کہ نیکی تو ہر کس و ناکس کر لیتا ہے، جوانمرد تو وہ ہے جو گناہ کرنا چھوڑ دے۔ اور جو آدمی من چاہی چھوڑ کر رب چاہی زندگی اختیار کرنا چاہے اسے چاہیے کہ وہ اپنی زندگی کے ایام کو گناہوں سے خالی کر لے۔ اس کے لئے وہ گناہوں سے بچنے کی کوشش کرے۔ وہ اس کوشش کے باوجود گناہوں کا ارتکاب کر بیٹھے گا۔ پھر جب روزانہ بچنے کی کوشش کرتا رہے گا تو پہلے کی نسبت دن میں کم گناہ کرے گا۔ پھر اگلے دن اس سے بھی کم گناہ کرے گا۔ پھر ایک دن ایسا بھی آتا ہے کہ اس کا پورا دن گناہوں کے بغیر گزر جاتا ہے۔ پھر اسی طرح اگلا دن گزرتا ہے۔ پھر وقت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ گناہوں سے محفوظ فرما کر ایسی زندگی عطا کر دیتے ہیں کہ انسان گناہوں کی دلدل سے بچ نکلتا ہے۔ امام

ربانی مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوبات میں لکھا کہ اس امت میں ایسے صدیقین گزرے ہیں کہ جن کے گناہ لکھنے والے فرشتوں کو بیس بیس سال تک گناہ لکھنے کا کوئی موقع ہی نہیں ملا۔ ہمارے دل کی بھی ایک تڑپ اور تمنا ہونی چاہیے کہ اے مالک! ہمیں بھی ایسی سَچی اور سُچی زندگی نصیب فرمادے۔ (آمین)

ترکِ معصیت اعمالِ طاعات پر فضیلت رکھتی ہے۔ یہ ایک بنیادی نقطہ ذہن میں بٹھانا تھا کہ ترکِ معصیت پر محنت زیادہ کریں، اس لئے کہ یہ اعمالِ طاعات پر فضیلت رکھتی ہے۔

گناہ سے بھی بری چار باتیں:

گناہ بہت برا ہوتا ہے لیکن چار باتیں گناہ سے بھی زیادہ بری ہیں۔

۱......گناہ کو ہلکا سمجھنا: اگر کوئی بندہ گناہ کا مرتکب ہو جائے تو اسے چاہیے کہ وہ گناہ کو گناہ تو سمجھے۔ اس گناہ کو ہلکا سمجھنا، گناہ سے بھی زیادہ برا کام ہے۔

۲......گناہ کر کے خوش ہونا: جیسے عورتیں کہتی ہیں، دیکھا، میں نے اسے جلانے کے لئے یہ بات کی۔ اب وہ جو یہ کہہ رہی ہے کہ میں نے اسے جلانے کے لئے یعنی اس کے دل کو دکھ پہنچانے کے لئے یہ بات کی ہے، تو یہ گناہ پر خوش ہونے والی بات ہے۔ یا اگر کسی گناہ کا راستہ کھل جائے تو خوش ہو کہ اب میرے لئے گناہ کرنا آسان بن گیا ہے۔ یہ بھی گناہ کرنے سے زیادہ برا ہے۔

۳......گناہ پر اصرار کرنا: ایک گناہ کو بار بار کرنا بھی بہت برا کام ہے۔

۴......گناہ پر فخر کرنا: گناہ پر اترانا اور فخر کرنا بھی گناہ کرنے سے برا کام ہے۔

گناہِ کبیرہ میں دس خرابیاں:

ابواللّیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ تنبیہ الغافلین' میں فرماتے ہیں کہ ہر کبیرہ گناہ کے اندر دس باتیں ہوتی ہیں۔

۱)......اس شخص سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں۔ جو بھی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے وہ اپنے مالک کو ناراض کرتا ہے۔

۲)......وہ شیطان کو خوش کرتا ہے۔ کیونکہ گناہ کے صدور سے دشمن شیطان خوش ہوتا ہے۔

۳)......وہ جہنّم کے قریب ہو جاتا ہے۔۔

۴)......وہ جنت سے دور ہو جاتا ہے۔

۵)......وہ اپنے نفس کے ساتھ بے وفائی کرتا ہے۔ گویا اس نے اس کو آگ میں پڑنے کے قابل بنا دیا۔

۶)......وہ اپنے نفس کو ناپاک کر لیتا ہے۔ ہر گناہ باطنی نجاست کی مانند ہے۔ جس طرح ظاہری نجاست پانی سے دھلتی ہے، اسی طرح گناہوں کی نجاست توبہ سے دھلتی ہے۔

۷)......وہ اپنی نگرانی پر مامور فرشتوں کو تکلیف پہنچاتا ہے ۔وہ نگرانی کرتے ہیں اور یہ تکلیف پہنچاتا ہے۔

۸)......وہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو قبر مبارک میں غمگین کرتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہمارے نامۂ اعمال نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو پہنچائے جاتے ہیں تو نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام جب اپنے امتی کے گناہ دیکھتے ہیں تو محبوب علیہ السّلام کو غم پہنچتا ہے۔

۹)......وہ باقی مخلوق کے ساتھ بھی خیانت کرتا ہے۔ اس لئے کہ گناہ کے صدور سے اللہ رب العزت کی اترنے والی برکتیں بسا اوقات رک جاتی ہیں۔ اس طرح دوسری مخلوق بھی محروم رہ جاتی ہے۔ مثلاً بارشیں رک جاتی ہیں تو باقی مخلوق بھی اس سے متاثر ہوتی ہے۔

۱۰)......انسان جہاں گناہ کرتا ہے، وہ زمین کے اس ٹکڑے کو قیامت کے دن کے لئے اپنے خلاف گواہ بنا لیتا ہے۔

آج کل ویڈیو کیمروں کا زمانہ ہے۔دکانداروں نے بھی اپنی حفاظت کیلئے وڈیو کیمرے لگا دیئے ہیں ۔کارخانوں میں بھی وڈیو کیمرے لگ گئے ہیں تاکہ چوری کا خطرہ نہ رہے۔اگر کوئی ڈاکہ مار کر چلا جائے تو اس کی پوری فلم آٹومیٹکلی بن رہی ہوتی ہے، پھر اس سے چور کو پکڑنا آسان ہو جاتا ہے۔جس طرح یہ وڈیو کیمرے حفاظت کیلئے لگائے گئے ہیں اور آج چور کو پکڑنا آسان ہو گیا ہے، اسی طرح اللہ رب العزت کی زمین کا ہر ٹکڑا بھی وڈیو کیمرہ بن کر گناہ کے اس منظر کو محفوظ کر لیتا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا۝بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا۝(الزلزال:5-4) اس دن کہہ دے گی وہ (زمین) اپنی باتیں، اس واسطے کہ تیرے رب نے حکم بھیجا اس کو۔

معرفت بھری بات:

ایک عجیب بات یہ ہے کہ انسان کئی مرتبہ گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے اس کے باوجود اپنے آپ کو بڑا سالک سمجھ رہا ہوتا ہے۔انسان کی حالت تو یہ ہے کہ اسے دوسروں کے بارے میں گناہ کا شک ہو جائے تو وہ ان سے نفرت کرنی شروع کر دیتا ہے اور اپنے عیبوں کا یقین ہوتا ہے لیکن پھر بھی اپنے نفس کے ساتھ محبّت کرتا ہے۔شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب معرفت بھری بات لکھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ دوسروں کی نظر میں اپنے آپ کو گرا دینا بڑا آسان کام ہے اور اپنی نظر میں اپنے آپ کو گرا دینا سب سے مشکل کام ہے۔ہم نے دیکھا ہے کہ بعض دوست جو فرض کی پابندی بھی نہیں کر پاتے ، وہ خواب میں کسی بزرگ شکل کو دیکھ لیتے ہیں تو وہ اسی پر مست پھرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جی حضرت ! مجھے خواب بہت اچھے آتے ہیں۔یاد رکھیں کہ جو خوابوں کے شہزادے بنتے ہیں وہ ہمیشہ خسارے میں رہتے ہیں۔

گنہگار اللہ کی نظر سے گر جاتا ہے

ہمارے مشائخ نے کہا کہ انسان گناہ کرنے سے اللہ رب العزت کی نگاہوں سے گر جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے اعمال کی توفیق چھین لیتے ہیں۔ اور سب سے پہلے جو توفیق چھینتے ہیں وہ یہ ہے کہ اس کو رات کے آخری پہر کی مناجات کی لذت سے محروم کر دیتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ کئی مرتبہ بندہ تہجّد میں اٹھتا بھی ہے لیکن اس کی دعاؤں میں کوئی حلاوت نہیں ہوتی۔ بلکہ دعا مانگنے کو اس کا دل ہی نہیں کرتا، دعا میں طبیعت چلتی ہی نہیں۔ یہ نہیں کہ طبیعت چل نہیں رہی ہوتی بلکہ وہ چلنے ہی نہیں دی جاتی۔ دن کے گناہوں کی وجہ سے بندہ رات کی عبادتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ ایک شخص حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور عرض کیا، حضرت! مجھے تہجّد کی توفیق نہیں ہوتی۔ فرمایا، اے دوست! تو اپنے دن کے اعمال درست کر لے اللہ تعالیٰ تجھے رات کے اعمال کی توفیق عطا فرما دیں گے۔

ایمان سے محروم کر دینے والے گناہ:

ہمارے مشائخ نے لکھا ہے کہ ہمارا مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ تین گناہوں کے ارتکاب سے موت کے وقت کلمہ طیبہ کی توفیق سلب کر لی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے یہ گناہ بہت خطرناک ہیں۔

۱)......احکامِ شریعت کو بوجھ سمجھنا:

احکامِ شریعت کو بوجھ سمجھنا اور ان احکام کو عمل کے قابل نہ سمجھنا موت کے وقت ایمان کے سلب ہونے کا باعث بن جاتا ہے۔ مثال کے طور پر عورت ہے تو وہ پردے کو بوجھ سمجھے اور اگر مرد ہے تو رشوت اور سود سے بچنے کو بوجھ سمجھے۔ آج کل اکثر یہ سنا جاتا ہے کہ آج کے زمانے میں شریعت پر عمل کرنا بہت مشکل ہے۔ میرے دوست! اگر کوتاہی ہو جائے تو اپنے آپ کو گنہگار ضرور سمجھئے، کیونکہ گناہ کرنا اور پھر Justify (دلیل سے ثابت کرنا) کرنا بہت بڑی حماقت ہے۔

ایک آدمی کو موت کے وقت کلمہ پڑھنے کی تلقین کی گئی۔اس نے جواب میں کہا، میں نہیں پڑھتا اور اس وقت اس کی روح نکل گئی۔اس پر اس کے قریب کے کسی عالم کو تشویش لاحق ہوئی اور اس نے اس کے اہل خانہ سے پوچھا کہ اس کی زندگی کا کوئی ایسا عمل تو بتاؤ کہ جس کا یہ وبال ہوا کہ یہ کلمہ بھی نہ پڑھ سکا۔اس کی بیوی نے بتایا کہ یہ طبعًا سست اور کاہل تھا۔اس کی حالت یہ تھی کہ اس کو جب بھی غسلِ جنابت کی ضرورت ہوتی تھی تو کہتا تھا کہ بنی اسرائیل کے ہاں تو غسلِ جنابت نہیں تھا، دین اسلام میں یہ ایک نیا حکم آ گیا ہے۔گویا کہ وہ غسلِ جنابت کو بوجھ سمجھتا تھا۔اس گناہ کی وجہ سے اس کو موت کے وقت کلمہ پڑھنے سے محروم کر دیا گیا۔

۲)......سوءِ خاتمہ کا ڈر نہ ہونا:

دوسری بات یہ ہے کہ جس بندے کو دل میں موت کے وقت سوءِ خاتمہ کا بھی ڈر نہ رہے، اس کی وجہ سے بھی انسان آخری وقت میں کلمہ سے محروم ہو جاتا ہے۔بندہ جتنا بھی نیک، متقی اور پرہیز گار کیوں نہ ہو، اس کے دل میں یہ ڈر ضرور رہنا چاہیے کہ پتہ نہیں موت سے پہلے میرے ساتھ کیا ہوگا۔وہ اس بات سے ڈرتا اور کانپتا رہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ (الاعراف:99) سو بے ڈر نہیں ہوتے اللہ کے داؤ سے مگر گھاٹے میں پڑنے والے۔

تو مؤمن کبھی اللہ رب العزت کی تدبیر سے بے خوف نہیں ہوسکتا۔وہ ساری عمر ڈرتے کانپتے گزارتا ہے کہ پتہ نہیں میرا کیا بنے گا۔

۳)......نعمتِ اسلام پر شکر ادا نہ کرنا:

اگر انسان نعمتِ اسلام پر شکر ادا نہ کرے تو اس کی وجہ سے بھی آخری وقت میں کلمہ پڑھنے کی توفیق سلب کر لی جاتی ہے۔اسی لئے وضو کرتے وقت شروع میں بسم اللّٰہ کے بعد یہ دعا پڑھتے ہیں:

اَلْاِسْلَامُ حَقٌّ وَّالْکُفْرُ بَاطِلٌ

حدیث پاک میں بھی صبح و شام پڑھنے کے لئے ایک دعا سکھائی گئی ہے:

رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا میں اللّٰہ کو رب ماننے پر،اسلام کو دین ماننے پر اور محمد ﷺ کو نبی ماننے پر راضی ہوں۔

گویا ہم اپنے دل میں یہ سوچا کریں کہ الحمد للّٰہ، ہم اس بات پر خوش ہیں کہ اللّٰہ رب العزت نے ہمیں اسلام کی نعمت عطا فرمائی۔

گناہ کی سزا کی تین صورتیں:

بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کا وبال بھی اس پر ضرور پڑتا ہے......توجہ فرمائیے گا......علماء نے لکھا ہے کہ گناہ کی سزا تین طرح سے ملتی ہے۔

(۱)......ایک کو ''نکیر'' کہتے ہیں۔یعنی گناہ کیا اور ادھر کوئی مصیبت پڑ گئی۔کئی لوگوں کے ساتھ ایسا ہوتا ہے۔ایک آدمی میرے پاس آ کر کہنے لگا،حضرت!میں نے تجربہ کیا ہے کہ جب میں کسی کا دل دکھاتا ہوں تو کوئی نہ کوئی میرا نقصان ہو جاتا ہے۔اب وہ کسی کا دل دکھانے سے بہت گھبراتا ہے۔انسان اللّٰہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کا اثر دنیا میں ضرور دیکھتا ہے۔کبھی کوئی مصیبت آ پڑتی ہے اور کبھی کبھی اللّٰہ تعالیٰ اس کے ماتحتوں کو اس کا نافرمان بنا دیتے ہیں۔مثلاً بیوی ہٹ دھرم اور ضدی مل جاتی ہے جو گھر کے

سکون کی تباہی کا باعث بنتی ہے یا پھر اولاد میں سے کوئی ایسا بن جاتا ہے جو اسے موٹے موٹے آنسوؤں سے رلاتا ہے۔ یہ اس گناہ کی نقد سزا مل رہی ہوتی ہے۔ اسے نکیر کہتے ہیں۔

(۲)......کبھی کبھی گناہ کی سزا ملنے میں ''تاخیر'' ہو جاتی ہے۔ تاخیر سے کیا مراد ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو فوری طور پر سزا نہیں دیتے بلکہ کچھ دیر کے بعد سزا دیتے ہیں۔ انسان گناہ تو جوانی میں کرتا ہے اور سزا بڑھاپے میں ملتی ہے اور بڑھاپے کی سزا بڑی عبرتناک ہوا کرتی ہے۔ فرض کریں کہ بڑھاپے میں بیوی نافرمان بن جائے اور اس وقت اولاد جوان ہو چکی ہو اور وہ اولاد ماں کا ساتھ دینے والی ہو تو پھر بوڑھے کا جو بڑھاپا گزرے گا وہ کسی کو بتا بھی نہیں سکے گا۔ یا بڑھاپے میں کوئی ایسی بیماری لگا دی کہ دوسروں کا محتاج ہو گیا۔ اس صورت میں بھی بندہ سزا بھگت رہا ہوتا ہے۔ ایک صاحب اس عاجز کے پاس آ کر کہنے لگے، حضرت! میں گناہ بھی کوئی نہیں کرتا لیکن بڑی پریشانی رہتی ہے۔ میں نے کہا، آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ نے زندگی میں جتنے بھی گناہ کیے، کیا ان سب گناہوں سے سچی توبہ کر لی ہے یا کچھ گناہ ایسے بھی ہیں کہ جن سے ابھی توبہ نہیں کی؟ کہنے لگے، جی نہیں، کچھ گناہ ایسے ہوں گے کہ جن سے ابھی توبہ نہیں کی۔ میں نے کہا، وہ گناہ نامہ اعمال میں تو لکھے ہوئے ہیں اور ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا آ سکتی ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید ان کے ساتھ جا رہا تھا۔ اس نے ایک بے ریش عیسائی لڑکے کو دیکھا تو حضرت سے پوچھنے لگا، حضرت! اللہ ایسے چہروں کو بھی جہنّم میں ڈال دے گا۔ اس کی بات سے حضرت سمجھ گئے کہ اس نے شہوت کی نظر سے اس کو دیکھا ہے۔ حضرت نے اسے فرمایا کہ توبہ کرو کیونکہ تم نے اسے بری نظر سے دیکھا ہے۔ وہ کہنے لگا، جی نہیں، میں تو ویسے ہی پوچھ رہا ہوں۔ چنانچہ اس نے توبہ نہ کی اور نتیجہ یہ نکلا کہ وہ حافظِ قرآن تھا، اس گناہ کی نحوست کی وجہ سے بیس سال

بعد قرآن پاک کے حفظ کے نور سے محروم ہو گیا۔یعنی وہ قرآن بھول گیا۔

(۳)......کبھی کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ’’خفیہ تدبیر‘‘ ہوتی ہے۔ خفیہ تدبیر یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کے باوجود اس کو نعمتیں دیتے رہتے ہیں تاکہ یہ اچھی طرح ان نعمتوں کو استعمال کر کے غافل ہو جائے اور پھر آخرت کی بڑی سزا کا مستحق بن جائے۔اس لئے یاد رکھئے کہ جب انسان گناہ کر رہا ہو اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بھی دیکھ رہا ہو تو یہ بہت ڈرنے کی بات ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

فَلَمَّا نَسُوْا مَاذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ط حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً (الانعام: 44)

پھر جب وہ بھول گئے جو ان کو نصیحت کی گئی تھی، ہم نے ان کے لئے ہر چیز کے دروازے کھول دیئے حتیٰ کہ وہ خوش ہو گئے جو ان کو نعمتیں ملی تھیں، ہم نے ان کو اچانک اپنی پکڑ میں لے لیا۔

کئی مرتبہ انسان اس کو سزا سمجھتا ہی نہیں اور یہ سب سے بڑی سزا ہوتی ہے اور بندے کو محسوس ہی نہیں ہوتا۔

بنی اسرائیل کا ایک عالم کسی گناہ میں ملوث ہو گیا۔وہ ڈرتا رہا کہ کہیں اس گناہ کا وبال نہ آ پڑے۔کچھ عرصہ بیت گیا۔ایک مرتبہ اس نے دعا مانگتے ہوئے یہ دعا مانگی، اے اللہ! تو کتنا مہربان ہے کہ میں تیری نافرمانی کر رہا ہوں اور تو مجھ پر اپنی تمام نعمتیں سلامت رکھے ہوئے ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں یہ بات ڈالی کہ اے میرے بندے! نعمتیں مجھ سے نہیں بلکہ تجھ سے لی گئی ہیں۔وہ حیران ہو کر کہنے لگا، اے اللہ! ایسی کون سی نعمت مجھ سے لی گئی ہے؟ فرمایا گیا کہ تو غور کر کہ جس دن سے تو گناہ کا مرتکب ہو

ہے،اس دن سے ہم نے تجھے رات تہجّد کے وقت رونے کی لذت سے محروم کردیا ہے۔پھر اسے احساس ہوا کہ واقعی جب سے گناہ کا مرتکب ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے رات کو مناجات کی لذت چھین لی تھی۔تو اللہ تعالیٰ ان تینوں میں سے کسی نہ کسی ایک صورت میں گناہوں کی سزا ضرور دیتے ہیں۔اسی لئے کسی نے کہا۔

عدل و انصاف فقط حشر پر موقوف نہیں زندگی خود بھی گناہوں کی سزا دیتی ہے

چھ کام بے فائدہ ہوتے ہیں:

۱)......انسان یہ سمجھے کہ میرے دل میں اللہ کا بہت خوف ہے مگر وہ گناہوں سے نہ بچے تو یہ خوف بے فائدہ ہے۔

۲)......جو انسان یہ کہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے بڑی امیدیں ہیں مگر وہ عمل کرنے کی کوشش نہ کرے تو یہ امید بھی بے فائدہ ہے۔اس لئے عمل کی کوشش ضرور کرے۔

۳)......آدمی اللہ تعالیٰ سے دعا تو مانگے مگر اللہ تعالیٰ سے حسنِ ظن نہ ہو تو وہ دعا بھی بے فائدہ ہے۔کئی لوگ کہتے ہیں کہ ہماری تو اللہ تعالیٰ سنتا ہی نہیں۔جب حسنِ ظن ہی نہیں ہوگا تو پھر دعا کیا قبول ہوگی۔

۴)......ندامت کے بغیر استغفار بے فائدہ ہوتی ہے۔

۵)......اصلاحِ باطن کے بغیر ظاہر بے فائدہ ہوتا ہے......اور

۶)......اخلاص کے بغیر عمل بے فائدہ ہوتا ہے۔

توبۃ نصوح کے لئے چار کام:

انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرے......توبہ کیسے کرے؟ ذرا توجہ سے سنئے،اہم بات ہے۔

☆ ...... پہلا کام یہ کرے کہ جو گناہ ہو چکے ہوں ان پر دل میں نادم اور شرمسار ہو اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا ارادہ ہو۔

☆ ...... پھر دوسرا کام یہ کرے کہ وہ اپنے دل کو حسد اور کینے سے خالی کر لے۔ کیونکہ جب گناہ سے توبہ کر رہا ہو اور سینہ کینے سے بھرا ہوا ہو تو وہ توبہ بھلا کیا فائدہ دے گی۔ لہٰذا اس کے دل میں مؤمن کے بارے میں انتقام، نفرت اور دشمنی نہ رہے وہ سب کو اللہ کے لئے معاف کر دے۔ ایک مرتبہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو آتے دیکھا تو فرمایا کہ وہ جنتی آ رہا ہے، جنتی آ رہا ہے۔ سننے والے بہت حیران ہوئے۔ حتیٰ کہ ایک صاحب کے دل میں خیال آیا کہ میں پتہ تو کروں کہ اس کا کون سا خاص عمل ہے کہ اس کے لئے جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ چنانچہ وہ اسے کہنے لگے، میرا جی چاہتا ہے کہ میں تین دن آپ کے گھر مہمان بنو۔ انہوں نے کہا، جی ضرور تشریف لائیے۔ وہ ان کے گھر پہنچ گئے۔ انہوں نے تین دن تک اس کو دیکھا مگر ان کو کوئی خاص عمل نظر نہ آیا۔ جس طرح باقی لوگ تہجّد اور دیگر نوافل پڑھتے تھے اسی طرح وہ بھی پڑھتے۔ ان کو کوئی انوکھی بات نظر نہ آئی۔ تین دن کے بعد انہوں نے پوچھا، بھئی! میں نے نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی زبان مبارک سے آپ کے بارے میں یہ الفاظ سنے تھے اور اسی لئے میں آپ کے ہاں مہمان بنا کہ مجھے آپ کے اندر وہ خاص عمل نظر آئے جس کی وجہ سے آپ کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ لیکن مجھے تو آپ میں کوئی ایسا عمل نظر نہیں آیا، اگر کوئی ہے تو آپ خود ہی بتا دیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میرا اور تو کوئی خاص عمل نہیں ہے البتہ یہ ہے کہ جب میں رات کو بستر پر سونے کے لئے لیٹتا ہوں تو میں اپنے دل میں ایمان والوں کے بارے میں پائے جانے والے غصہ اور کینہ کو اللہ کے لئے ختم کر دیتا ہوں۔

☆ ......اس کے بعد تیسرا کام یہ کرے کہ وہ فاسق و فاجر لوگوں سے ہمیشہ کے لئے علیحدہ ہو جائے۔ ہم

روزانہ وتر میں اللہ تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں:

وَنَخْلَعُ وَ نَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ

اور (اے پروردگار!) ہم جدا ہوتے ہیں اور چھوڑتے ہیں ہر اس بندے کو جو فاسق وفاجر ہے۔

ہم روزانہ رات کو عشاء کے وقت کھڑے ہو کر نماز میں اللہ تعالیٰ سے ہاتھ باندھ کر وعدہ کرتے ہیں اور دن پھر انہی لوگوں کے ساتھ گزار رہے ہوتے ہیں۔اس کا مطلب یہ نہیں کہ اب ان سے کوئی تعلّق ہی نہیں رہے گا چاہے رشتہ داری ہی ہو،نہیں، بلکہ اس کے ساتھ دوستی ختم کر دے۔لین دین کا معاملہ تو ہر ایک کے ساتھ کرنا ہی ہوتا ہے، وہ تو کافروں کے ساتھ بھی کرتے ہیں۔مگر ایک ہوتا ہے دوستی کا تعلّق، قلب کا تعلّق، وہ توڑ لے۔اور یہ مطلب بھی نہیں کہ اب اس کو سلام بھی کبھی نہیں کرنا،نہیں بلکہ جو اصول شریعت نے بنا دیئے ہیں ان کی حدود میں رہیں اور دل کی محبّت کا جو تعلّق تھا اس کو ختم کر لیں اور پرہیزگار لوگوں سے دوستی رکھیں۔اگر پھر بھی بدکار لوگوں کے ساتھ صحبت رہے گی تو پھر توبہ قبول نہیں ہو گی اور وہ لوگ پھر گناہوں میں ملوث کر دیں گے۔اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی گندی نالی میں پڑا ہو تو اس کے اوپر وہی پانی ڈالنے سے کچھ نہیں ہوتا۔اس کو نالی سے نکال کر پاک پانی میں ڈالیں تو پھر وہ صاف ہو گا۔اسی طرح ہم اگر اپنے دل کو پاک کرنا چاہتے ہیں تو فاسق وفاجر لوگوں کی گندی نالی سے اپنے آپ کو بچانا پڑے گا۔پھر اگر اس پر اللہ کے ذکر کے چند قطرے پڑ جائیں گے تو یہ دل پاک اور صاف ہو جائے گا۔

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے قول کا پاس کریں جو ہم روزانہ اپنے پروردگار کے سامنے کہہ رہے ہوتے ہیں۔

☆......اس کے بعد چوتھا کام یہ کرے کہ موت کی تیاری میں لگ جائے۔

جس بندے نے یہ چار کام کر لئے، وہ سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی توبۃ النصوح کی توفیق عطا فرما دی ہے۔

توبۂ نصوح کے چار انعامات:

جب بندہ توبۂ نصوح کر لیتا ہے تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ بھی چار کام کر دیتے ہیں:

۱)......اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبّت کرنے لگ جاتے ہیں۔ حدیث پاک میں فرمایا گیا:

اَلتَّائِبُ حَبِیْبُ اللّٰہ　گناہوں نے توبہ کرنے والا اللہ کا دوست بن جاتا ہے۔

۲)......اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو اس طرح مٹاتے ہیں کہ جیسے اس نے کبھی گناہ کئے ہی نہیں تھے۔

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّاذَنْبَ لَہٗ

گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہو جاتا ہے کہ جیسے اس نے کبھی کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔

چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سچی توبہ کر لیتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت اس کے ساتھ شامل ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس بندے کو آئندہ شیطان کے فریب اور ہتھکنڈوں سے بچا لیتے ہیں۔

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ (الحجر:42) اے مردود! جو میرے بندے ہوں گے ان پر تیرا کوئی بس نہیں چل سکتا۔

اس کا کیا مطلب ؟......کیا وہ فرشتہ بن گیا ؟ کیا اس سے کوئی گناہ صادر ہی نہیں ہو سکتا ؟ نہیں، نہیں ......اس کا مطلب یہ ہے کہ اب بھی اس سے کوئی ایسا گناہ تو ہو سکتا ہے کہ جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہوں سے گر جائے یا اسے اللہ کے دربار سے دھتکار دیا جائے لیکن اگر اس سے کوئی چھوٹی موٹی خطا ہوئی بھی تو فوراً اس سے توبہ کر کے معافی مانگ لے گا۔

۴)......ایسے بندے کو اللہ تعالیٰ اس کی موت سے پہلے فرشتوں کو بھیج کر اس کے اچھے انجام کی خوشخبری سنا دیتے ہیں۔

تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِىْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (حٰمٓ السجدہ: 30) ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ تم مت ڈرو اور نہ غم کھاؤ اور خوشخبری سنو اس بہشت کی جس کا تم سے وعدہ تھا۔

اللہ رب العزت ہمیں بھی یہ نعمت عطا فرما دے۔

میرے دوستو! توبہ کرتے رہیے کرتے رہیے۔ حتیٰ کہ اتنی بار توبہ کیجئے کہ شیطان تھک جائے اور یہ کہے کہ یہ کیسا بندہ ہے کہ میں بار بار محنت کر کے گناہ کرواتا ہوں اور یہ توبہ کر کے سب پر پانی پھیر دیتا ہے۔

یہ بھی یاد رکھیں کہ انسان اپنے اعمال پر بھروسہ نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر بھروسہ کرے۔

ایک شرابی کی بخشش کا واقعہ:

ایک مرتبہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سوئے ہوئے تھے۔ ان کو خواب میں کسی بزرگ کی زیارت ہوئی اور فرمایا گیا کہ تمہارے پڑوسی کا جنازہ تیار ہے، تم جا کر اس کا جنازہ پڑھو۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ جانتے تھے کہ ان کا پڑوسی بڑا شرابی بندہ تھا۔ اب وہ اٹھ تو بیٹھے لیکن بڑے حیران تھے کہ اس پڑوسی کے بارے میں مجھے خواب میں فرمایا گیا کہ جاؤ اس کی نماز جنازہ پڑھ کے آؤ۔ پھر ان کے دل میں خیال آیا کہ ہو سکتا ہے کہ اس کی کوئی وجہ ہو۔ چنانچہ انہوں نے اس کے اہل خانہ سے پچھوایا کہ اس کو موت کس حال میں آئی۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ ایک غافل سا بندہ تھا لیکن موت کے وقت اس کی آنکھوں میں آنسو تھے اور یہ اللہ تعالیٰ سے یوں فریاد کر رہا تھا:

”اے دنیا و آخرت کے مالک! اس شخص پر رحم فرما جس کے پاس نہ دنیا ہے نہ آخرت ہے۔“

اس عاجزی کے صدقے اللہ تعالیٰ نے موت کے وقت اس کے گناہوں کو معاف فرما دیا......سبحان اللہ

بادشاہ کی پیشکش اور اس کا جواب:

ایک بادشاہ نے ایک عالم سے کہا کہ آپ بہت دور رہتے ہیں، مجھے آپ سے بڑی محبّت ہے، آپ آئیں اور میرے پاس آ کر رہیں ......اگر آج کل کے کسی بندے کو بادشاہ دعوت دیتا تو وہ سر کے بل چل کر جاتا۔لیکن وہ اللہ والے تھے...... جب انہیں یہ پیغام ملا تو وہ آئے اور انہوں نے بادشاہ سے بھرے دربار میں کہا،

”بادشاہ سلامت! اگر میں آپ کے پاس آکر رہوں اور آپ کی کوئی باندی ہو اور آپ مجھے کسی دن دیکھیں کہ میں آپ کی اس باندی کے ساتھ زنا کا مرتکب ہو رہا ہوں تو آپ کا رویہ کیا ہوگا؟“

بادشاہ یہ سنتے ہی سخت غضب ناک ہوا اور کہنے لگا،

”کیا تو ایسا انسان ہے؟ تیری یہ کیسی جرأت ہے کہ تو میرے ہاں آئے اور پھر یہاں حرام کاری کا مرتکب ہو۔“

جب بادشاہ خوب غضب ناک ہو گیا تو وہ عالم کہنے لگے،

”بادشاہ سلامت! ابھی تو میں اس گناہ کا مرتکب ہی نہیں ہوا اور آپ مجھ پر ابھی سے غضب ناک ہو گئے، تو میں اس کریم کا در چھوڑ کر آپ کے در پر کیسے آؤں جو گناہ کرتے ہوئے دیکھ کر بھی مجھ پر غضب ناک نہیں ہوتا“......سبحان اللہ

ایک کفن چور کی سچی توبہ کا واقعہ:

فقیہہ ابواللّیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے تنبیہ الغافلین میں ایک واقعہ لکھا ہے۔فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی خدمت میں حاضری کے لئے آئے تو راستے میں انہوں نے ایک نوجوان کو دیکھا جو بہت زار وقطار رو رہا تھا۔اس کو روتا دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دل پسیج گیا۔انہوں نے پوچھا،اے نوجوان! کیا ہوا؟ وہ کہنے لگا،میں ایک بڑے گناہ کا مرتکب ہو گیا ہوں،اب میں اللہ کے عذاب سے ڈر رہا ہوں کہ میں کیا کر بیٹھا۔سخت پریشان ہوں،لہٰذا آپ مہربانی فرما کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں میری سفارش فرما دیجئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رو رہے تھے۔نبی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا،عمر! آپ رو کیوں رہے ہیں؟ عرض کیا،اے اللہ کے محبوب ﷺ! میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا تھا،راستے میں ایک نوجوان کو دیکھا جو کوئی بڑا گناہ کر بیٹھا تھا۔وہ بہت رو رہا تھا۔اس کی آہ وزاری نے مجھے بھی رلا دیا۔نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا،عمر! اس کو اندر بلا لو۔جب نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اندر آنے کی اجازت مرحمت فرما دی تو وہ نوجوان آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہاں بھی رونا شروع کر دیا۔حتیٰ کہ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا ،اے نوجوان! کیا ہوا؟ اس نے کہا،اے اللہ کے نبی ﷺ! میں بہت بڑا گناہ کر بیٹھا ہوں۔

نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا،کیا تیرا گناہ بڑا ہے یا اللہ کا عرش بڑا ہے؟

وہ کہنے لگا،اے اللہ کے نبی ﷺ! میرا گناہ بڑا ہے۔

نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا،تیرا گناہ بڑا ہے یا کرسی بڑی ہے؟

وہ کہنے لگا،اے اللہ کے نبی ﷺ! میرا گناہ بڑا ہے۔

نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا،کیا تو نے شرک کا ارتکاب کیا ہے؟

اس نے عرض کیا،اے اللہ کے نبی ﷺ! میں نے شرک کا ارتکاب تو نہیں کیا۔

نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا، کیا تو نے اللہ کے کسی بندے کو قتل کر دیا ہے؟

اس نے عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! میں نے کسی بندے کو قتل بھی نہیں کیا۔

نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا، تو پھر ایسا کون سا گناہ ہے کہ جس کو تو اتنا بڑا سمجھ رہا ہے؟

اس نے عرض کیا، اے اللہ کے محبوب ﷺ! میرا گناہ بہت بڑا ہے۔ میں کئی سالوں سے کفن چوری کا کام کرتا تھا۔ مُردوں کے کفن اتار کر بیچتا اور اپنی ضرورت پوری کرتا۔ چند دن پہلے انصار کی ایک نوجوان لڑکی دفن کی گئی۔ میں نے اپنی عادت کے مطابق رات کو جا کر اس کا کفن اتارا اور جب کفن اتار کر جانے لگا تو مجھ پر شیطان غالب آیا اور اس نے میری شہوت کو ابھار دیا۔ میں پلٹا اور میں نے اس مردہ لڑکی کے ساتھ زنا کیا...... جب میں زنا کر کے اٹھنے لگا تو مجھے یوں آواز آئی کہ جیسے وہ لڑکی بول رہی ہے اور کہہ رہی ہے کہ اے اللہ کے بندے! تو نے مجھے مُردوں کے مجمع میں ننگا کر دیا اور کل قیامت کے دن اللہ کے حضور حالتِ جنابت میں کھڑا ہونے پر مجبور کر دیا......اب اس آواز کی وجہ سے میرے دل پر ایسا رعب ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اور میں اللہ کی پکڑ میں ہوں۔

جب نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے یہ سنا تو آپ کو بھی بڑا تعجّب ہوا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے تو بہت بڑا گناہ کیا ہے۔ تو نے مردہ لڑکی کے ساتھ ایسا سلوک کیا......!!! جب اللہ کے محبوب ﷺ نے بھی فرما دیا کہ یہ ایک بڑا گناہ ہے تو وہ نوجوان اٹھا اور روتا ہوا باہر چلا گیا۔ اس نے سوچا کہ اس وقت اللہ کے محبوب ﷺ ناراض ہیں۔ کہیں کوئی ایسی بات آپ ﷺ کے پیارے منہ سے نہ نکل جائے جو میری بربادی کا سبب بن جائے۔ اس لئے وہ باہر چلا گیا۔

جب وہ وہاں سے نکلا تو سیدھا پہاڑوں میں چلا گیا۔ وہ نوجوان چالیس دن تک نمازیں پڑھتا رہا، سجدے کرتا رہا اور معافی مانگتا رہا۔ اس کے دل کو آگ لگی ہوئی تھی۔ وہ رو رو کر اللہ تعالیٰ کو مناتا رہا۔ وہ

اللہ کے سامنے عاجزی کرتا کہ اے میرے مالک! میں آپ کے محبوب ﷺ کی خدمت میں بھی حاضر ہوا اور انہوں نے بھی فرمایا کہ یہ تو بہت بڑا گناہ ہے، اے اللہ! میں اب کہاں جاؤں؟ میرا تو تیرے سوا کوئی نہیں ہے۔ جیسے کہ کہنے والے نے کہا:

میں تیرے سامنے جھک رہا ہوں خدا میرا کوئی نہیں اللہ تیرے سوا

جب اس نے چالیس دن معافی مانگی اور اللہ تعالیٰ کو منایا تو نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے پاس جبرائیل علیہ السّلام تشریف لائے۔ جبرائیل علیہ السّلام نے آپ ﷺ کی خدمت میں اللہ تعالیٰ کے سلام پیش کئے اور عرض کیا، اے اللہ کے محبوب ﷺ! اللہ رب العزت نے پوچھا ہے کہ اے محبوب ﷺ! بتائیے کہ کیا مخلوق کو آپ نے پیدا کیا ہے یا میں نے پیدا کیا ہے؟

نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا، اللہ رب العزت نے مجھے بھی اور ساری مخلوق کو بھی پیدا فرمایا۔

پھر جبرائیل علیہ السّلام نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے پوچھا ہے کہ کیا مخلوق کو آپ رزق دیتے ہیں یا میں دیتا ہوں؟

نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا، مجھے بھی اور ساری مخلوق کو بھی اللہ رب العزت ہی رزق عطا فرماتے ہیں۔

جب یہ باتیں ہوگئیں تو تیسری بات پوچھی گئی کہ مخلوق کو میں نے معاف کرنا ہے یا کسی اور نے کرنا ہے؟

نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا، اللہ رب العزت ہی نے مخلوق کے گناہوں کو معاف کرنا ہے۔

جب محبوب ﷺ نے یہ فرمایا تو جبرائیل علیہ السّلام نے عرض کیا کہ اللہ رب العزت نے پیغام بھیجا ہے کہ اے محبوب! اس بندے نے میرے سامنے رو رو کر اتنی معافی مانگی کہ میں نے اس بندے کے گناہ کو معاف کر دیا...... سبحان اللہ، سبحان اللہ...... پھر اللہ کے محبوب ﷺ نے صحابی کو بھیجا کہ اس نوجوان کے

پاس جاؤ اور اس کو خوشخبری سنا دو کہ تیری عاجزی اللہ رب العزت کے ہاں قبول ہو گئی اور پروردگار نے تیری مغفرت کا پیغام بھیج دیا ہے۔

وہ پروردگار اتنا کریم ہے کہ وہ معافی مانگنے والے بندے کی معافی کو قبول فرما لیتا ہے۔اس لئے میرے دوستو! ابھی آنکھیں سلامت ہیں، اپنے گناہوں پر آنسو بہا لیجئے۔ابھی زبان سلامت ہے، اپنے رب سے معافی مانگ لیجئے۔ایک وقت آئے گا کہ یہ آنکھیں بند ہو جائیں گی اور یہ زبان بھی بولنے کے قابل نہیں رہے گی۔اس سے پہلے پہلے اپنے رب کو منا لیجئے اور اپنے نامہ اعمال کی سیاہی کو دور کروا لیجئے۔وہ پروردگار بڑا کریم ہے۔جب اس کا کوئی بندہ اپنے گناہوں پر نادم ہو کر اپنے رب کے در پر آکر اپنے رب کے ساتھ صلح کرنے کی کوشش کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے سے خوش ہو جاتے ہیں۔اسی لئے تو پروردگار نے فرمایا ہے:

يَآ يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْآ اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحاً (التحریم:8) اے ایمان والو! تم اللہ کے سامنے سچی توبہ کر لو۔

قرآن مجید کی اس آیت کو سامنے رکھتے ہوئے آج کی اس محفل سے فائدہ اٹھائیے اور اپنے گزرے ہوئے گناہوں پر نادم و شرمندہ ہو کر سچی توبہ کی نیت کے ساتھ اپنے رب کو منا لیجئے۔کیا معلوم کہ اس محفل میں اللہ کا کوئی ایسا مخلص بندہ ہو جس کے اٹھے ہوئے ہاتھ اللہ تعالیٰ قبول فرمالیں اور اس کی برکت سے ہماری بھی بگڑی بن جائے اور ہمارے بھی گناہ معاف ہو جائیں۔یاد رکھئے کہ اگر ہم معافی کے بغیر اس مسجد سے اٹھ کر چلے گئے تو پھر دوسرا تو کوئی در نہیں جہاں جا کر ہم معافی مانگیں گے۔میرے دوستو! اگر کوئی مسجد سے نکل کر جہنّم میں چلا گیا تو اس پر کوئی حسرت نہیں، حسرت تو اس پر ہے جس کی معافی قبول

نہ ہو اور وہ مسجد سے نکل کر جہنّم میں چلا جائے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہم پر رحم فرما دے اور اس محفل سے اٹھنے سے پہلے ہمارے گناہوں کو معاف فرما دے اور ہماری عاجزی کو قبول فرما کر ہمیں بھی اپنے مقبول بندوں میں شامل فرما لے۔ (آمین ثم آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ